تکفیری نظریات

کے

آغاز واصلاح کا مطالعہ افکارِ رضا کی روشنی میں

از:۔ پروفیسر دلاور خاں

ماہنامہ معارف رضا کراچی اگست 2016ء

تکفیری نظریات کے آغاز واصلاح کا مطالعہ
(افکارِ رضا کی روشنی میں)

پروفیسر دلاور خاں

حضور ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ اس دوران ایک شخص آپ کی جانب بڑھتا ہے۔ جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی، گالوں کا گوشت چڑھا ہوا، ڈاڑھی گھنی، پنڈلیوں پر لنگی باندھے ہوئے، سر منڈائے ہوئے تھا۔ اس نے آکر کہا یارسول اللہ ﷺ خدا سے ڈرو انصاف کرو، نبی کریم ﷺ نے سر اٹھاکر دیکھا اور فرمایا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں سب سے بڑھ کر نہیں ہوں۔ پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو حضرت عمر ؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟ آقا کریم ﷺ نے فرمایا شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ تو حضرت عمر ؓ نے پھر عرض کی یارسول اللہ! بعض نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دِل میں نہیں ہوتا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دِل چیر کر دیکھوں اور نہ ان کے پیٹ پھاڑوں۔ پھر آپ نے اس شخص کی طرف نگاہ کی تو وہ شخص پیٹھ پھیرے جارہا تھا تو سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ اس شخص (گستاخ) کے گروہ سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن مجید پڑھیں گے وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے۔ (۱)

اسی اہم موضوع سے متعلق مسلم و بخاری کی اور ایک حدیث ہے کہ حضرت ابوسعید خدری ؓ نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں ایک قوم ایسی نکلے گی کہ ان کی نماز کے مقابلے میں تم اپنی نماز حقیر سمجھو گے ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنا روزہ حقیر سمجھو گے اور ان کے اعمال کے مقابلے میں اپنے اعمال حقیر سمجھو گے وہ قرآن اس طرح پڑھیں گے تو وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر۔

علامہ ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ یہ شخص جس نے حضور ﷺ سے بے ادبی سے کلام کیا اس کا نام ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔۔۔ دینِ اسلام میں یہ سب سے پہلا خارجی تھا۔ اس کم بخت پر یہ آفت آپڑی کہ وہ اپنے نفس کی رائے پر نازاں ہوا۔ اگر وہ ذرا صبر کرتا تو جان لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے سے بہتر کسی کی نہیں ہوسکتی۔ اسی خارجی کے تابعین وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت امیر المومنین ؓ سے جنگ کی۔ (۲)

حضرت علی ؓ سے ان خارجیوں نے جو جنگ کی اس کا کچھ حال اس طرح ہے کہ جب حضرت علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان جنگ کافی طول پکڑ گئی دونوں اطراف سے بھاری جانی و مالی نقصان ہوا تو حضرت معاویہ ؓ کے اصحاب نے قرآن مجید کو بلند کیا اور علوی لشکر کو دعوت دی کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس پر ہم اور تم راضی ہو جائیں اور کہا کہ ایک شخص تم اپنے لشکر سے بھیجو اور ایک ہم اپنی طرف سے بھیجتے ہیں۔ ان سے عہد لیں کہ وہ کتاب اللہ پر عمل کریں گے۔ دونوں فریقین اس تجویز سے متفق ہوگئے۔ حضرت معاویہ ؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص ؓ اور حضرت علی ؓ کی طرف سے حضرت

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ معاہدہ تحکیم کے فوراً بعد علوی لشکر سے عروہ بن اذینہ تمیمی نے اعتراض کیا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم میں لوگوں کو حاکم بناتے ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الحکم الا للہ۔ "بندہ حاکم و آمر نہیں ہے"۔ ایسا ماننا کفر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کو حاکم بنا کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ اپنے کفر سے توبہ کریں۔ معاہدہ تحکیم منسوخ کریں اور اہل شام کے خلاف مسلح جدوجہد کا دوبارہ آغاز کریں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکری علوی سے خارج ہو گیا۔ حضرت علی مقام صفین سے واپس ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے تو خوارج آپ کے ساتھ داخل نہیں ہوئے۔ اس سرکش ٹولے میں باغیوں کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی۔ جو "حرورا" کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے تھے۔ گویا یہ کھلا اعلان بغاوت تھا۔ اسی مقام کی نسبت کی بنا پر ان خارجیوں کو "حروری" بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خوارج کو بزور شمشیر کچلنے کی بجائے اس فکری تنازع کو علمی مکالمے کے ذریعے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حرورا بھیجا۔ ابتدا میں خوارج کسی بھی طرح مکالمے کے لیے آمادہ نہیں ہوئے حضرت عبد اللہ ابن عباس کی بھرپور کوشش سے وہ مکالمے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے آپ کے سامنے تین اعتراضات رکھے جس کا آپ نے قرآن کی روشنی میں مدلل جواب دیا جس کے نتیجے میں چار ہزار خوارج اپنے مؤقف سے دستبردار ہو گئے اور باقی آٹھ ہزار ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

حضرت ابن جوزی کے زمانے تک ان خوارج کی بارہ شاخیں تھیں: (۱)۔ ارزقیہ، (۲)۔ اباضیہ، (۳)۔ ثعلبہ، (۴)۔ حازمیہ، (۵)۔ خلیفہ، (۶)۔ کوزیہ، (۷)۔ کنزیہ، (۸)۔ شمراخیہ، (۹)۔ اخینسہ، (۱۰)۔ حکمیہ، (۱۱)۔ معتزلہ، (۱۲)۔ میمونیہ۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ فرقہ ختم ہو گیا؟ تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرقہ کبھی بھی ختم نہیں ہوا۔ انہوں حضرت علی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ حصول اقتدار کے لیے بنو امیہ کے ساتھ دہشت گردی کا بازار گرم رکھا۔ بنو عباس کے دور میں یہ فرقہ جنگ و جدال سے بعض نہیں آیا۔ اسی طرح سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیرنے اور انگریزوں کی معاونت سے بزور شمشیر سلطنت کے کچھ حصوں پر قابض ہو گیا جس سے ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ کی بجائے اس کا ہدف ہمیشہ مسلمان ہی رہے۔ وقت اور حالات کے تحت ان کے مختلف نام رہے لیکن ان کے عقائد و نظریات میں کسی طرح کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

انہوں نے حضرت علی کے مقابلے میں ان الحکم الا للہ کی من گھڑت تاویل کر کے حضرت علی سمیت صحابہ کرام کو کافر قرار دیا (نعوذ باللہ) اس فرقے نے ہوائے نفس کی غلامی میں نصوص کی ایسی تعبیر کی کہ سوائے ان کے پوری امت کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کے خلاف قتل و غارت کے بازار کو ہمیشہ گرم رکھا۔ اپنے تکفیری نظریات کو مدلل کرنے کے لیے کافروں سے متعلق آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کیا اور بتوں سے متعلق آیات کا اطلاق اولیاء اللہ پر کیا جس سے خود بھی گمراہی کی گھاٹی میں جا گرے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اس انتہا اور عسکری پسند گروہ کے تکفیری نظریات ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ اللہ حاکم امر و نہی ہے اس کے علاوہ جو ایسا نہ مانے وہ کافر اور واجب القتل ہے۔

(۲)۔ سلف صالحین یعنی حضرت علی، زبیر، طلحہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سب کے سب کافر ہیں اور دونوں حضرات عمرو بن عاص، اور ابو موسیٰ اشعری و نیز معاویہ کافر ہیں اور وہ تمام جو ان سے تولاً (محبت) کریں اور انہیں بر سر صواب (حق) سمجھیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں (نعوذ باللہ)۔

(۳)۔ ان کی رائے کے خلاف ہر مرد وزن، پیر و طفل واجب القتل ہیں۔

(۴)۔ ان کے ہم عقیدہ جو دیگر مسلمانوں کے ساتھ مقیم ہیں اور دار ہجرت (خوارج کی بستی) کی طرف ہجرت نہ کریں وہ بھی کافر ہیں۔

(۵)۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

(۶)۔ امت اسلامیہ کے جو لوگ ان کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں۔

(۷)۔ ان کے مخالفوں کا ملک "دارالکفر" اور اس میں بچوں اور عورتوں کو قتل کر دینا جائز ہے۔(۳)

ان تکفیری نظریات سے جہاں انتہا پسندی اور تکفیریت ظاہر ہوتی ہے وہیں اسلام کے فلسفہ امن و آشتی کا انکار ثابت ہے اس کے ساتھ غلبہ اسلام کی نوید کی نفی اور کفر کی بالادستی ثابت ہوتی ہے کہ جو معدودِ تکفیریوں کے نظریات کو نہ مانے وہ کافر ہے خواہ اس نے کفر کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ ان کے نظریات کا مخالف ملک "دارالکفر" ہے اگرچہ اس میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں مسلمانوں کے بچوں، عورتوں کے قتل عام اور دہشت گردی کے ذریعے اس ملک پر قبضہ کرنا عین جہاد اسلامی ہے۔ ان کے نظریات کے مخالفوں کے مقدس مقامات کو تباہ و برباد کرنا عین توحید ہے وہ خود موحد اور باقی پوری امت کافر و مشرک ہے۔

آئمہ امت کی بڑی تعداد نے ان کے ان تکفیری نظریات کی وجہ سے کافر قرار دیا۔ اس قول کے قائلین صحاح ستہ میں خوارج سے متعلق وارد ہونے والی کثیر احادیث سے استدلال کرتے تو دوسری طرف یہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر خود کافر ہو گئے۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے یہاں ان تکفیریوں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ جیسے ہی انگریز دہلی پر قابض ہوتے ہیں تو دہلی سے ہی انگریزوں کی سرپرستی اور اجازت سے تکفیری نظریات کا آغاز ہوتا ہے، پہلے وعظ و نصیحت کے ذریعے خود کو موحد اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دیتے۔

ینطلقون الی آیات نزلت فی الکفار فیجعلوھا علی المومنین۔

کافروں سے متعلق آیات کا اطلاق مومنین پر کرتے اور اسی طرح بتوں سے متعلق آیات کا اطلاق اولیاء اللہ پر کرتے، گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دینے عجیب صورت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے اور بت پوست ہندو کو اپنا بھائی سمجھتے اسی طرح وہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے اور کافر انگریز سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرنے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے تکفیری نظریات کو فروغ دینے کے لیے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے مدرسے قائم کیے جس کے نتیجے میں غیر منقسم ہند کی فضا تکفیریت سے مسموم ہو گئی۔

علمائے حق نے سواد اعظم اہل سنت کو تکفیری نظریات سے محفوظ رکھنے کے لیے وعظ نصیحت کے ساتھ تصنیف و تالیف کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ مفکر اسلام احمد رضا محدث حنفی قادری نے جس دور میں آنکھ کھولی اس وقت انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے تکفیری نظریات سمیت کئی مذہبی فتنے نمودار ہو چکے تھے آپ نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک طرف قرآن و سنت کی روشنی میں تکفیری نظریات کی اصلاح کی تو دوسری طرف سوادِ اعظم اہل سنت کی رہبری کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے تصنیفی اور تالیفی خدمات انجام دیں۔ عقیدہ توحید اور عشق رسول کی شمع فروزاں رکھنے کے لیے زندگی بھر علمی جہاد میں مصروف رہے۔

مفکر اسلام احمد رضا خاں نے بطور ماہر ایمانیات اس انتہا پسند نظریے کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے امت کی

رہنمائی کرتے ہوئے اہلِ سنّت کے اعتدال پسند نظریے کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"اہلِ سنّت کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہِ وسط (اعتدال) ہوتی ہے۔ اس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں۔ اسی لیے اکثر مسائل میں اہلِ سنّت دو فرقہ متناقص کے وسط میں رہتے ہیں جیسے رافضی و ناصبی یا خارجی و مرجی یا قدری و جبری یا باطنی و ظاہری یا وہابی و گور پرست و علی ہذا القیاس۔ (۴)

یہ تمام مکاتبِ فکر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں انتہا پسند اور غالی ہیں۔ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ سوادِ اعظم کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ ہمیشہ دو انتہاؤں کے درمیان معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔ تکفیری مسئلے میں خارجی اور مرجئی دو متناقص، غالی اور انتہا پسند مکاتبِ فکر ہیں۔ اہلِ سنّت نہ خارجی (تکفیری) ہیں اور نہ ہی مرجی (لاتکفیری) مرجیہ کے مطابق جو انسان صرف زبان سے کلمہ کا اقرار کرے وہ جنتی ہے اس کے بعد وہ جو کچھ بھی کرے کافر نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ایمان سے متعلق آیات و احادیث کو لے لیا اور دوسری طرف اعمال سے متعلق آیات و احادیث سے صرف نظر کیا جبکہ خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اعمال سے متعلق وارد وعیدی آیات اور احادیث کو لے لیا اور دوسری جانب ایمان سے متعلق احادیث سے صرف نظر کیا۔ ان کی انتہا پسندی سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مکاتب انتہا پسندی کا شکار اور راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جبکہ سوادِ اعظم اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں وہ ایمان سے متعلق آیات پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور اعمال سے متعلق آیات و احادیث پر بھی۔ اگر ایمان و عمل میں تطبیق بھی کرنا پڑھے تو اس کی تطبیق بھی کرتے ہیں۔

مفکرِ اسلام احمد رضا خاں لاتکفیری نظریے کی اصلاح کا فریضہ اسلامی روح کے مطابق یوں فرماتے ہیں:

"معاندین و دشمنانِ دین کہ خود انکار "ضرورتِ دین" رکھتے ہیں اور صریح کفر کر کے اپنے اوپر سے نام کفر مٹانے کو اسلام و قرآن، خدا اور رسول کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اور براہ اغواہ و تلبیس وشوہ ابلیس وہ بتاتیں ہیں کہ کسی طرح ضروریاتِ دین ماننے کی قید اٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے۔ بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو کذاب کہے چاہے، رسول اللہ ﷺ کو سڑی سڑی گالیاں (معاذ اللہ) دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔ (۵) جو شخص پانچ وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور ایک وقت مہادیو کو سجدہ (عبادت) کر لیتا ہے کسی عاقل کے نزدیک وہ مسلمان ہو سکتا ہے۔ (٦)

فقہانے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے۔ حاشاللہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو یقیناً قطعاً کافر ہے۔۔۔ بلکہ فقہانے یہ فرمایا کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ صادر ہو جس میں سو (۱۰۰) پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہیں کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو۔۔۔ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہیں ہو گا وہ عند اللہ کافر ہی ہو گا۔ (٦)

ہاں جو کلمہ پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت، کوئی فعل منافی اسلام (ضروریاتِ دین) نہ صادر ہو اور بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔ (۸)

لاتکفیری نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا اعتدال پسندانہ موقف بیان کرتے ہوئے تکفیری اور لاتکفیری نظریات کی اصلاح کا فریضہ

سرانجام دینے کے لیے ان احادیث مبارکہ کو نقل کرتے ہیں:

(۱)۔ حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه"

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ اگر جسے کہا وہ حقیقتاً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

(۲)۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیه یا کفر فقد باء به احدهما۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "کافر" کہے تو دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بے شک ہو۔

(۳)۔ امام احمد و بخاری مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله ولیس کذلك الاحار علیه ولا یرمی رجل اجلا بالفسق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك۔ ھذا مختصراً

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی شخص کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔(۹)

(۴)۔ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ما اکفر رجل رجلا قط الاباء بها احدهما ان کان کافر اوالا کفر بتکفیره۔

یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی۔ اگر وہ کافر تھا تو بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علما فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ میں زیر حدیث فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر بالله تعالیٰ او الشرك به وکذلك بالزندقة والالحاد والنفاق الکفری۔ اھ ملخصاً

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کر کے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا تلخیصاً۔ ت)

اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

کذلك مشرك ونحوه (اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہو جائے گا۔(۱۰)

(۵)۔ ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

کفوا عن اهل لااله الا الله لاتکفروهم بذنب، فمن اکفر اهل لااله الاالله، فهوالی الکفر اقرب۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

یعنی لاالہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۴)۔ اور مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا اله الاالله ولا تکفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل الحدیث۔ اخرجه ابوداؤد عن انس رضی اللہ عنہ۔

تین باتیں اصل ایمان سے ہیں، یہ بات کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہیں کہیں اور کس عمل پر دائرہ اسلام سے خارج نہ بتائیں۔ الحدیث اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(۱۱)

ان احادیث مبارکہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کو مشرک اور کافر کہے اور وہ یقیناً مسلمان ہو تو کہنے والا

خود مشرک اور کافر ہوگا اسی طرح کسی گناہ کبیرہ کی بناء پر کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اجماع اہل سنت ہے کہ مومن کسی کبیرہ (گناہ) کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر و شرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے۔ (۱۲)

مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے آئمہ حنفیہ و آئمہ شافعیہ و آئمہ مالکیہ اور ایک جماعت آئمہ حنبلیہ وغیرہم جمیع علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ سے ہے اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ (۱۳)

اہل سنت کسی کبیرہ کے ارتکاب کو کفر نہیں کہتے جب تک استحلال وغیرہ مکفرات کے ساتھ نہ ہو۔ (۱۴)

مفکر اسلام احمد رضا خاں بحث و مناظرے میں تکفیرانہ خواہش کی اصلاح کے لیے لکھتے ہیں:

"حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے وہ کافر ہے کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر ہے۔ علما فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں۔" (۱۵)

جب حضرت امام ابو حنیفہ نے اپنے صاحبزادے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو اس سے منع کیا بیٹے نے عرض کی میں نے آپ کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور مجھے آپ اس سے منع کر رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہم اس حال میں مناظرہ کرتے تھے، گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہمارا ساتھی پھسل نہ جائے لیکن تم اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرکے مناظرہ کرتے ہو اور جو شخص اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرے اس نے اس کا کفر چاہا تو وہ اپنے ساتھی سے پہلے کفر کا مرتکب ہوا پس ایسا غور و خوض ممنوع ہے۔ (۱۶)

بظاہر مسلمان کے کفر کی تفتیش کی ممانعت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بہت سے مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل و شبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہو سکتا ہے تو کافر نہیں ہو گا کیوں کہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۱۷)

دین اسلام مختلف شعبہ ہائے زندگی پر مشتمل ہے اور ہر شعبہ کا ایک ماہر طبقہ موجود ہے۔ انسانی زندگی کے معاملات کی نوعیت مختلف ہے اسی لیے معاملے کی نوعیت کے پیش نظر معاملے کے ماہر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مثلاً فقہ کا دائرہ کار حلال و حرام کے تعین تک محدود ہے اسی لیے مفتی صاحبان مکلفین کے افعال و اقوال سے متعلق حلال و حرام کا فتویٰ صادر کرتے ہیں اسی طرح کفر و ایمان کا تعلق علم عقائد و کلام سے ہے اسی لیے متکلمین مکلفین کے اقوال و افعال پر کفر و ایمان کا تعین کرتے ہیں۔ اگرچہ مکلفین کے اقوال و افعال فقہ اور علم عقائد میں مشترک ہیں لیکن ان کی نوعیت مختلف ہے۔ اسی حد فاصل کو قائم رکھتے ہوئے مفکر اسلام احمد رضا خاں حنفی قادری اگر معاملہ حلال و حرام کا ہو تو آپ فقہا کے اصول و شرائط پر عمل پیرا دکھائی دیتے ہیں اسی طرح اگر معاملہ کفر و ایمان کا ہو تو آپ ثقہ اور محقق متکلمین کے اصول و شرائط کی طرف رجوع کرتے دکھائی دیتے ہیں آپ علامہ خیر رملی کی کتب کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں:

"یہاں ان کے کلمات دیکھیے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتویٰ مشائخ پر عمل نہ کریں گے۔ ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیتِ حلال و حرام تک منتہی ہو گیا، آگے کفر و اسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام، وہاں تحقیق ہو چکا کہ جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شی کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رک نہیں سکتا، لہٰذا اہتمام فتاویٰ و نقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا۔" (۱۸)

"کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث اس کا بیان کو کتب فقہ میں "باب الردۃ" مذکورہ صدہا اقوال و افعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط و افراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام سے خادم و معتقد ہیں۔ زنہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ضعیف اگرچہ دوسرے مذہب ہی کی دوبارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہو کافر نہ کہیں گے، وہی در مختار جس میں۔"

امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ۔ الخ تھا اسی میں ہے: الفاظہ تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انہ لایفتی بالکفر بشئی منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجئی قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منہا۔ یعنی الفاظ کفر کتب فتاویٰ میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو۔۔۔ بحر الرائق میں فرمایا اپنے اوپر لازم کریں کہ ان میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں۔ (۱۹)

ردالمحتار میں ہے: قال الخیر الرملی اقول ولو کانت الروایۃ لغیر اہل مذہبنا ویدل علی ذلک اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعاً علیہ۔ (۲۰)

یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب در مختار نے فرمایا اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو۔ اس لیے کہ تکفیر کے لیے اس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

آپ کفر کے باب میں فقہائے کرام کے مسلک کی بجائے متکلمین کا مسلک اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر (۷۸) وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔۔۔ حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ (۲۱)

ماہر اعتقادیات احمد رضا خاں حنفی قادری مختلف اقوال پر ایک حکم لگانے کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض ایسے اقوال ہیں جس میں علماء کی آراء باہم مختلف ہیں۔ ان پر نفس کلام سے کفر وارد نہیں ہوتا۔ مگر اس سے کفر لازم آتا ہے۔ (۲۲) الخ

بعض ایسے اقوال ہیں جن کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اثنائے کلام میں کوئی ایسا قرینہ پایا گیا جو اس کو کفر صریحی کی حد سے خارج کر دیتا ہے اس وجہ سے قائل پر ظاہری کفر کا حکم لگانے میں باہم کشمکش واقع ہو جاتی ہے۔۔۔۔ ان دونوں قسموں پر محققین کے نزدیک تکفیر نہیں کی جاتی۔ الخ۔ (۲۳)

زید کی ایک ایسی عبارت جس پر کفر کا حکم لگانے کا وقت آیا تو آپ کی احتیاط اور خوف خدا کا منظر جو تکفیروں کے لیے راہِ ہدایت ثابت ہو سکتی ہے ملاحظہ ہو:

"تو جان لے کہ عبدِ ضعیف (احمد رضا) (اس پر مہربان مولیٰ مہربانی فرمائے) جب اس مقام پر پہنچا اور اس کلام کی وجہ سے متکلم پر حکم لگانے کا وقت آیا تو مجھے کلمہ اسلام کی عظمت و جلالت دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ اس نے تکفیر کو بہت ہی عظیم معاملہ سمجھا اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے یہاں گہرا باریک علمی نکتہ ہو جس تک میری دانش نہیں پہنچی ہو یا کوئی الگ تھلگ علمی بات جس کو میرا علم حاوی نہ ہوا ہو تو میں نے مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور کتابوں کی طرف مراجعت اور ورق گردانی کرنے لگا یہاں تک کہ میں نے اپنی بھرپور کوشش کرلی اور مقدور بھر انتہائی محنت ومشقت کو بروئے کار لایا۔ اور پورے دو دن صرف کردیئے اس کے باوجود میں نے کوئی ایسی شے نہ پائی جس سے آنکھ ٹھنڈی ہوتی بلکہ جب بھی کتابوں کی تلاش میں منہمک ہوا پے درپے تکفیر کے موید اقوال ہی پائے، یہاں تک کہ میں نے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء کرام اور علماء عظام کی کتب میں بہت عظیم مسائل اور عام فروع پر واقفیت حاصل کی تو وہ مجموعی طور پر بھی ایسے ہی ہیں جیسے الگ الگ گویا کہ وہ سب ایک ہی کمان سے تیر اندازی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یقین کرلیا کہ اس شخص کے لیے۔ کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی حکم تکفیر سے ہٹنے کی کوئی گنجائش ہے اے اللہ! مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علما سے جامع اصغر میں منقول ہے وہ یہ کہ ارادہ قلبی معتبر جامع اصغر میں اس کو وارد کیا پھر اس کا خوب رد کیا لیکن میں نے اس میں زیادہ سوچ بچار کی اور گناہ سے بچنے کے توقف کو پسند کیا یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالفت اگرچہ کمزور ہے مگر یہاں کافی ہے۔ چنانچہ میں نے گہری نظر ڈالی اور فکر میں مبالغہ کیا یہاں تک مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر آشکارا فرمادیا کہ تکفیر پر اجماع ہے نزاع تو فقط کفر میں ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمہ کفر کہا وہ ہمارے نزدیک قطعی کافر ہے اس میں دو بکریاں سینگ نہیں لڑائیں گی ہم اس پر مرتد کے احکام جاری کریں گے۔ (۲۴)

مفکر اسلام تکفیریت سے متعلق سنگینی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بے شک تکفیر ایک عظیم اور بہت زیادہ ہلاکت میں ڈالنے والا معاملہ ہے جیسے لاغر اونٹ کا گوشت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر پڑا ہو۔ نہ راستہ آسان کہ چڑھا جائے اور نہ گوشت طاقتور کہ اس کے لیے مشقت اٹھائی جائے، اس کے راستے دشوار اور اس کی ہلاکتیں کثیر ہیں جو شخص اپنے دین میں محتاط ہے وہ تکفیر پر جسارت نہیں کرتا جب تک سورج کی مثل بلکہ اس سے بھی زیادہ روشن دلائل موجود نہ ہوں یہاں تک کہ اگر کسی مسئلہ میں ایک جہت اسلام کی اور ننانویں جہتیں کفر کی نکلتی ہوں تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ پہلی جہت کی طرف میلان کرے کیوں کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اگرچہ یہ قائل کے لیے عند اللہ نافع نہیں اگر اس نے دوسری جہت یعنی جہت کفر کا ارادہ کیا ہے۔

مولانا علامہ زین بن نجیم مصری نے البحر الرائق میں فرمایا: اور وہ جسے ہم تحریر کرتے ہیں یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہ دیا جائے جس کے کلام کو اچھے معنی پر محمول کرنا ممکن ہو یا جس کے کفر میں اختلاف پایا جائے اگر ضعیف روایت کی وجہ سے ہو۔ علامہ مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے مذکورہ الفاظ تکفیر میں سے اکثر پر تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ اور میں نے خود پر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی کے ساتھ کفر کا فتویٰ نہیں دوں گا۔

عالم صالح خیر الدین رملی نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ روایت ہمارے مذہب کے غیر کی ہو اور موجب کفر کے متفق علیہ ہونے کی شرط لگانا اس پر دلالت کرتا ہے۔ (۲۵)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولیٰ یہ ہے مفتی اور قاضی اس کو نفی کفر کے احتمال پر محمول کرے۔ (ت)

فتاویٰ خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاویٰ عالم گیر وغیرہا میں ہے:

اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی و قاضی پر لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کفر کا فتویٰ نہ دے پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی وقاضی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجب تکفیر نہیں قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔(۲۶)

بحر الرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہ میں ہے:

جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے اس نے اچھا کیا۔(۲۷)

اس تناظر میں امام احمد رضا تاویل کی ایک مثال دیتے ہیں کہ:

"زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے":

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر وشرک ہے۔

قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔

(القرآن الکریم ۲۷/۶۵)

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔(ت)

(۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جو علم غیب رکھتے ہیں۔ ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی ہو جاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

تبینت الجن ان لوکانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین۔ (القرآن الکریم ۳۴/۱۴)

جنوں کی حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔(ت)

(۳) عمرو نجومی ہے۔

(۴) رمال ہے۔

(۵) سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے۔

(۶) کوے وغیرہ کی آواز۔

(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے،

(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے۔

(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔

(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔

(۱۱) فال دیکھتا ہے۔

(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے۔

(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔

(۱۴) جادو کی میز۔

(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔

(۱۶) قیافہ دان ہے۔

(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اسے غیب کا علم یقینی قطعی ملتا ہے، یہ سب بھی کفر ہیں(ع)۔

ع: یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

رسول اللہ فرماتے ہیں: من اتی عرافا اوکاھنا فصدقہ فیما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ، احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولا حمد وابی داود عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد برئ مما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ امام احمد وحاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ امام احمد وابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: تو وہ قرآن اور دین اسلام سے الگ ہو گیا۔(ت)

(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما۔

(القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰)

ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہوگیا۔ یہ یوں کفر ہے اس نے عمرو کو علم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

(القرآن الکریم ۳۹/ ۹)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (ت)

من قال فلان اعلم منه فقد عابه فحکمه حکم الساب نسیم الریاض۔

جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے، اس نے آپ پر عیب لگایا، لہذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔ نسیم الریاض (ت)

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے ان میں ظاہراً باطناً کسی طرح کسی رسول انس وملک کی وساطت وتبعیت نہیں اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹)

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (ت)

علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔

(القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶،۲۵)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے، یہ احتمال خالص اسلام ہے تو محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا۔ (۲۸)

اس بحث میں تاویل ایک مرکزی تصور ہے آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات کفر نہ رہے مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں، اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظِ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں: مبرم و معلق۔

شفا شریف میں ہے:

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل

صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاسکتا۔ (۲۹)

امام المتکلمین احمد رضا خاں حنفی تکفیری اور لا تکفیری انتہا پسندانہ نظریات کی اصلاح کے لیے ایک متفقہ جامع اور مانع اعتقادی ماڈل پیش کرتے ہیں جس کے مطابق امت مسلمہ کا کوئی فرد کافر نہیں جب تک وہ ضروریاتِ دین کا منکر نہ ہو۔ اگر دلیل قطعی ثبوت میں احتمال تاویل وشبہ ہو تو اس کا منکر کافر نہیں بدمذہب دلیل ظنی کا منکر خطا وگناہ ہے کافر وبدمذہب نہیں اس طرح اگر دلیل ظنی جس کے خلاف دلیل کی گنجائش موجود ہو وہ قصوروار ہے وہ کافر، بدمذہب اور گناہ گار نہیں۔

آپ اعتقادی ماڈل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بیان ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

(۱)۔ ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحہ الافادات سے ہوتا ہے جس میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کی راہ اور ان کا منکر یا ان میں تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲)۔ ضروریات مذہب اہلِ سنّت وجماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳)۔ ثابتات محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفات خاص نا قابل بنادے اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور اقوال سوادِ اعظم وجمہور علماء کا سند وافی، فان یداللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ت)

ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی وآثم خطاکار وگناہ گار قرار پاتا ہے نہ بددین، گمراہ نہ کافر وخارج از اسلام۔

ظنیات محتملہ:

ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی کافی ہے جس نے جانب خلاف کے لیے گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوار کہا جائے گا نہ گناہ گار، چہ جائیکہ گمراہ چہ جائیکہ کافر ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف ہے۔

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقام دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے)

اور

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ت)(۳۰)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ وہ مسائل کہ علمائے اہل سنّت مختلف فیہ ہوں ان میں کسی کی طرف تکفیر وتضلیل (کفر وگمراہی) ممکن نہیں۔(۳۱)

مفکر اسلام کے اس اعتقادی ماڈل کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ماہرین اعتقادیات پر مشتمل ایک علمی وتحقیقی بورڈ قائم کیا جائے جو آپ کی تعریف کردہ ضروریاتِ دین کی روشنی میں ایک "مجموعہ ضروریاتِ دین" مدون کرے اسی طرح آپ ہی کے تعریف کردہ "ضروریاتِ مذہب اہل سنّت" کی روشنی میں "مجموعہ ضرورت مذہب اہلِ سنّت" مدون کرے جس سے نہ صرف تکفیری اور لاتکفیری نظریات کی اصلاح میں مدد ملے گی۔ بلکہ دوسری ان انتہا پسندانہ نظریات سے اہلِ سنّت کو محفوظ رکھنے اور ان کی شیرازہ بندی اور اتحاد میں بھی یہ مجموعی کلیدی کردار ادا کریں گے۔

اسلام کا فلسفہ جرم وسزا اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جرم کی جیسی نوعیت ہو ویسے ہی سزا دی جائے اگر جرم سنگین ہے تو سزا بھی سنگین دی جائے اگر جرم چھوٹا ہے تو اس کی سزا بھی نرم ہے مثلاً اگر کسی سے گناہ سرزد ہو گیا تو اسے انتہائی سزا کفر نہیں دی جائے گی اسی طرح اگر کسی نے بطور گالی کسی کو کافر کہا تو اس پر سنگین سزائے کفر کا اطلاق نہیں کیا جائے گا اس طرح اگر کسی کے کفر میں احتمال پایا جائے تو بھی سزائے کفر نہیں دی جائے گی۔ ہاں اگر ضروریات دین کا انکار کرتا ہے تو یہ ایک انتہائی سنگین جرم ہے جس کے مرتکب کو انتہائی سزائے کفر دی جائے گی اس حقیقت کو ماہر جرمیات احمد رضا خاں حنفی قادری لکھتے ہیں کہ در مختار میں ہے:

"عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفران اعتقد المسلم کافرا نعم والالابہ یفتی"۔ "یاکافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر (سزا) نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔(۳۲) (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:
قذف مسلما بیا کافر وارادا التشتم ولا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر ولا یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا۔

اگر کسی نے کسی مسلمان کو "یا کافر" کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیوں کہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ (۳۳)(ت)

امام المسلمین احمد رضا خاں حنفی تاتار خانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ یستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ۔ احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی کیوں کہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا مقتضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔ (۳۴) (ت)

امت مسلمہ کو کافر اور مشرک قرار دینے والوں کو اعلیٰ حضرت کے ان رہنما اصول سے سبق لینا چاہیے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا انتہائی سزا ہے۔ جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اگر کفر میں احتمال پایا گیا تو اسے انتہائی سزائے کفر نہیں دی جائے گی۔ کسی مسلمان کو مشرک و کافر کہنا کتنا بڑا گناہ ہے جس کا اندازہ حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

من قذف مومناً بکفر فھو کقتلہ۔ (بخاری کتاب الادب)

جس نے کسی مسلمان کو کافر ہونے کا الزام لگایا گویا اس نے اس مسلمان کو قتل کیا۔

نگاہ نبوت میں محض کسی مومن پر کفر کا الزام لگانا ہی اسے قتل کرنے کے مترادف ہے گویا کفر کا الزام لگانے والا قاتل اور اسلام کا مجرم ہے جو پوری امت مسلمہ کافر و مشرک قرار دے تو گویا وہ سو دو سو کا قاتل نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا قاتل ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

اس (تکفیری) پر ضرور تعزیر شرعی لازم ہے کہ حاکم اسلام کی رائے پر ہے۔ سلطانِ اسلام یا اس کے مقرر کردہ حکام ضرب (کوڑے) و حبس (قید) سے قتل تک تعزیر دے سکتے ہیں۔ تعزیر ہم لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہمارے پاس اسی قدر ہے کہ ان سے میل جول سلام و کلام ترک کریں۔ (۳۵)

یہی وہ دعوت غور و فکر ہے جو اعلیٰ حضرت تکفیریوں کو دے کر ان کی اصلاح کر کے معاشرے کو فرقہ واریت کے ناسور سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اہلِ تکفیر صرف خود کو موحد اور باقی تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کے قتل عام کو عین اسلامی جہاد قرار دیتے ہیں جب کہ ہنود و یہود و نصاریٰ جیسے کافروں اور مشرکوں پر ان کا جہاد حرام ہے۔ امام المسلمین احمد رضا خاں حنفی قادری رد عمل کے طور پر ان کے قتل عام کو اسلام کی خدمت قرار نہیں دیتے۔ بلکہ حاکمِ وقت کو یہ اختیار دیتے ہیں. کہ وہ ان تکفیریوں کو، کوڑے لگائے، قید کرے اور پھانسی لگائے۔ تاکہ امت مسلمہ میں قتل عام کا بازار گرم نہ ہو اور خون حرمت مسلم کی پاس داری برقرار رہے۔ یہ قوت و طاقت اور وسائل اسلام کی خدمت اور دفاع میں کام آئیں۔ آپ عوام الناس کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے سماجی سزا، سوشل بائیکاٹ کی تجویز پیش کرتے ہیں۔

تکفیر کی بحث میں یہ جملہ بھی سننے کو ملتا ہے کہ ہم کافر بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں۔ اس تناظر میں مفکر اسلام کے افکار و خیالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عالم کی صرف کافر بتانا یا بنانا قطعاً شرعی ذمہ داری نہیں بلکہ کسی مسلمان کو کفر سے بچانا ہی اس کے لیے فرض قطعی ہے آپ لکھتے ہیں:

"مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اس کی طرف جانا لازم ہے اگر اس میں ہزار احتمال جانب کفر

جاتے ہوں ایک احتمال اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف جائے تو اس نے اسلام کو مغلوب کیا اور کفر کو غالب۔ (۳۶)

کلمہ گو کے یہ قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو کفر سے بچانا فرض قطعی ہے۔ (۳۷)

مسلمان کو ارتداد سے بچانے کی کوشش بقدر ضرورت پر مسلمان پر فرض ہے۔ (۳۸)

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ محض خود کو موحد قرار دے کر پوری امت کو کافر ومشرک گردانناگویا دین اسلام پر کفر کو غالب کرنے کے مترادف ہے۔ (معاذاللہ)

اس مرحلے پر ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ضروریات دین کا منکر ہو کر کافر ومرتد ہو جائے تو کیا وہ ہمیشہ کے لیے کافر ومرتد قرار پائے گا یا اس کے لیے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی کوئی صورت باقی ہے؟ مرتد اور کافر کے لیے ہمیشہ ہمیشہ توبہ ورجوع کا دروازہ کھلا ہے کہ وہ اپنے کفریہ افعال واعمال سے اعلانیہ توبہ ورجوع کرے جس کی صداقت کا اظہار مسلسل اس کے قول وفعل سے ہو اگر اس نے عادتاً توبہ کی تو اس کی توبہ عنداللہ قبول نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ہم مطالعہ کر کے آئے ہیں کہ مفکر اسلام تکفیر کے معاملے میں کتنے حساس ومحتاط ہیں لیکن کسی کافر ومرتد کو جلد از جلد دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لیے ایک آسان اور قابل عمل نسخہ تجویز کرتے ہیں۔

واذا شهد واعلى مسلم بالردة وهو منكر لايتعرض له لالتكذيب الشهود العدول بل لان انكاره توبه ورجوع متثبت الاحكام التى للمرتد لوتاب من حبط الاعمال وبينونه الزوجه وقوله لايتعرض له انهما هوفى مرتد تقبل توبته فى الدنيا۔

اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا نہ اس لیے کہ گواہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لیے کہ اس کا مکرنا اس کے کفر سے توبہ ورجوع سمجھیں گے۔ والہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا، اور اب توبہ کر لی تو مرتدِ تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے (سابقہ) تمام اعمال حبط ہو گئے اور جورو نکاح سے باہر، اور یہ قول کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس مرتد سے متعلق ہے جس کی توبہ دنیا میں قبول ہے (شاتم رسول کی توبہ اس دنیا میں قبول نہیں)۔ (۳۸)

اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام نہیں کیجئے تو فرض نماز کی نیت توڑ دے (پہلی فرصت میں اسے مسلمان کرے)۔ (۳۹)

اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو اور اس پر دو عادل گواہ بھی موجود ہوں اس کے باوجود وہ شخص منکر ہو کہ اس نے ایسا نہیں کہا تو اس کا انکار ہی اس کی توبہ و رجوع ہے۔ اس سے آگے کسی تحریری وتقریری مناظر اور بحث ومباحثے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ماہر ایمانیات احمد رضا خاں حنفی قادری لکھتے ہیں:

"توبہ کے بعد ایسے شخص کو کافر کہنے والوں پر کفر کا خوف ہے۔" (۳۹)

کسی گناہ گار مسلمان سے توبہ کے بعد میل جول رکھنے والوں کو خارج از اسلام سمجھنا کافرانہ خیال ہے تجدید نکاح ضروری ہے۔ (۴۰)

نتیجہ:

اہلِ تکفیر اپنے آغاز سے لے کر تا حال امت مسلمہ کو کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں جو ان کے عقائد سے اختلاف کرے وہ واجب القتل ہے۔ مسلمان ملکوں کو دارالکفر نسبت کرتے ہوئے ان پر عسکری طور پر قبضہ کرنا، مشرکوں اور کافروں سے متعلق آیات کا اطلاق کرنا، بتوں سے متعلق آیات کا مصداق اولیاء اللہ کو قرار دیتے ہیں۔ ان کا ہمیشہ

نہایت غالی ہیں۔

ہدف مسلمان ہمارے قبر کے معاملے میں نہایت غالی ہیں۔ صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی قبور کو مسمار کرنے کے ساتھ وہ روضۂ رسول ﷺ کو صنم اکبر قرار دیتے ہیں۔ ان کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔ اس کے برعکس لاتکفیری نظریہ ہے کہ انسان کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی بھی عمل کرے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کو کذاب کہے یا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے کافر نہیں ہوتا اور وہ جنت کا حق دار ہے۔ یہ دونوں مکاتب فکر غالی اور انتہا پسند ہیں۔ جبکہ ان نظریات کا سواد اعظم اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں وہ ہمیشہ دو متناقص فرقوں کے درمیان راہ اعتدال پر گامزن رہتے ہیں ماہر ایمانیات احمد رضا خاں حنفی قادری نے ان غالی اور متشددانہ نظریات کی اصلاح کو اپنی زندگی کا خاص مقصد قرار دیا آپ کے نظریات وتحقیقات سے یہ اصلاحی رہنما اصول اخذ ہوتے ہیں:

(۱)۔ کوئی بھی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا تاوقت یہ کہ وہ اس گناہ کو حلال جانے۔

(۲)۔ کسی مسلمان کو کافر ومشرک قرار دینا اگر وہ ایسا نہ تو کہنے والا خود کافر ومشرک ہو جاتا ہے۔

(۳)۔ کسی سے اس نیت سے مناظرہ کرنا کہ اسے کفر کی گھاٹی میں دھکیل دیا جائے گا تو یہ رضا بالکفر ہے۔

(۴)۔ کسی کے قول میں 99/ احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا تو اس پر کفر کا حکم عائد نہیں ہوتا۔

(۵)۔ ایک احتمال اسلام کو چھوڑ کر دیگر احتمالات کفر کی طرف رجوع کرنا گویا اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرنے کے مترادف ہے۔

(۶)۔ جس مسئلہ کفر میں اختلاف ہو اس میں کفر کا حکم لگانے سے گریز کیا جائے گا۔

(۷)۔ کفر فقہی کی بجائے کفر کلامی سے کفر کا حکم لگایا جائے گا جو ضروریاتِ دین کے ساتھ مشروط ہے۔

(۸)۔ جو ضروریات مذہب اہل سنت کا منکر ہے وہ کافر نہیں بد مذہب اور گمراہ ہے۔

(۹)۔ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔

(۱۰)۔ اگر کسی معاملے میں علمائے اہل سنت کا اختلاف ہو ان میں سے کسی کو کافر، بد مذہب خطاکار، گمراہ اور فاسق تک نہیں کہا جائے گا۔

(۱۱)۔ کسی کے کفر کے لیے اجماع کا ہونا ضروری ہے۔

(۱۲)۔ اگر کوئی "کافر" بطور گالی دے تو حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ اس کی تعزیر کرے۔

(۱۳)۔ اگر کسی نے "کافر" بطور گالی دی وہ کافر نہیں ہوگا۔

(۱۴)۔ حاکم وقت کی یہ ذمہ داری ہے تکفیری فتنے کے سدباب کے لیے اس تکفیر کو کوڑوں، قید اور پھانسی کی سزا دے۔

(۱۵)۔ کفر کا حکم صادر کرنے کے صرف وہ اہل ہیں جنہوں نے علم کلام وعقائد میں تخصص کیا ہو جن کے ثقہ علا بھی معترف ہوں۔

(۱۶)۔ اگر کوئی اپنے کفری کلمات سے انکار کرے تو اسے قبول کیا جائے گا اس کا انکار ہی توبہ ورجوع اس انکار کے بعد کسی قسم کے تحریری وتعزیری مناظرے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۷)۔ کسی مسلمان کی عبارت میں حتی المقدور تاویل کی کوشش کرکے اسے کفر سے بچانا ہی فرض قطعی ہے۔

(۱۸)۔ اگر کسی میں 99/ باتیں اسلام اور ایک کفر ہو تو وہ کافر ہے۔

تجاویز:

تکفیری اور لاتکفیری نظریات نے جس قدر امت مسلمہ کی وحدت کو نقصان پہنچایا ہے کسی اور نے نہیں موجودہ حالات میں اس سنگین صورت حال کا ازالہ کرنے اور ماہر اعتقادیات امام المسلمین احمد رضا خاں قادری حنفی کے خیالات وافکار کے مطالعہ کے بعد یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ امت مسلمہ کو ان بھیانک اور انتہا پسند نظریات سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ ہی کے رہنما اصولوں کی روشنی میں بھرپور

منظم اور مربوط انداز میں تحقیقی کام کا آغاز کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کے مطابق علم کلام وعقائد کا بنیادی موضوع کفر وایمان ہے۔ اس کے لیے ایک "قومی مجلس متکلمین" قائم کی جائے جو ماہرین علم عقائد و کلام پر مشتمل ہو۔ یہ ماہرین فقہی معاملات میں دخل اندازی نہ کریں اس طرح ماہرین فقہ عقائد کے معاملات میں دخل اندازی سے پرہیز کریں تقسیم کار کے اصول کے تحت ہر مذہبی ماہر اپنے تخصص کے شعبہ میں اپنے جوہر کا مظاہرہ کرے اگر معاملہ فقہ سے متعلق آئے تو اسے براہ راست ماہرین فقہ کی طرف رجوع کرنے کو کہا جائے اسی طرح اگر مسئلہ کفر وایمان سے متعلق ماہرین فقہ کے پاس آئے تو اسے براہ راست "قومی مجلس متکلمین" سے رجوع کرنے کو کہا جائے اس تقسیم کار کے اصول کے تحت مجلس کو اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔

قومی مجلس متکلمین کے اراکین کی اہلیت کا معیار:

(۱)۔ باقاعدہ علم الکلام وعقائد کی تعلیم حاصل کی ہو۔

(۲)۔ علم عقائد کی عرصہ دراز سے تدریسی فرائض سرانجام دیئے ہوں۔

(۳)۔ علم عقائد میں تخصص کیا ہوا ہو۔

(۴)۔ علم عقائد پر تصانیف مدون کی ہوں۔

(۵)۔ علم عقائد پر قومی یا بین الاقوامی کانفرنس میں مقالہ پڑھا ہو۔

اہداف / مقاصد:

(۱)۔ سنی علم کلام وعقائد کو فروغ دینا۔

(۲)۔ مختلف مکاتب فکر کے علم الکلام کا تقابلی مطالعہ کرنا۔

(۳)۔ امام المتکلمین کی وضع کردہ تعریف کی روشنی میں تحقیقی نکتہ نظر سے "مجموعہ ضروریات دین" تیار کرنا۔

(۴)۔ اسی طرح "مجموعہ ضروریاتِ مذہب اہلِ سنّت" تیار کرنا۔

(۵)۔ الحاد، سیکولرازم و دیگر مغربی نظریات کے عمیق مطالعہ کے بعد اسلامی عقیدہ اجاگر کرنا۔

(۶)۔ غیر سنی تکفیری نظریات کے اہداف، طریقہ کار اور اثرات کا مطالعہ کرنا۔

(۷)۔ ایمانیات اور عقائد پر لگائے گئے جدید اعتراضات کے جوابات علمی انداز میں دینا۔

(۸)۔ مختلف تکفیری نظریات کا سنی نظریہ سے تقابل کرنا اور اس کی اہمیت اجاگر کرنا۔

(۹)۔ اہلِ سنّت کے طرہ امتیاز، اعتدال کی راہ پر گامزن رہنا اور انتہاپسندی سے گریز کرنا۔

(۱۰)۔ اکابرین اہلِ سنّت کی علم کلام وعقائد پر مشتمل کتب کو جدید انداز میں شائع کرنا۔

(۱۱)۔ بین الاقوامی ماہرین اعتقادیات سے رابطہ رکھنا۔

(۱۲)۔ علم عقائد پر مشتمل کتب کی لائبریری قائم کرنا۔

(۱۳)۔ ویب سائٹ کا اجراء جس میں عقائد سے متعلق کتب کو اپ لوڈ کرنا۔

(۱۴)۔ "عقیدہ' کے نام سے مختلف زبانون پر مشتمل ریسرچ جرنل کا اجرا کرنا۔

طریقہ کار:

(۱۵)۔ علم عقائد پر درسی وغیر درسی تحقیقی کتب تحریر کرنا:

(1)۔ علم عقائد کی مختلف جہات پر قومی اور بین الاقوامی کانفرنسز کا انعقاد کرنا۔

(2)۔ مدارس کے طلبا کے لیے جدید اور قدیم علم کلام سے متعلق ورک شاپ کا انعقاد کرنا۔

(3)۔ الحاد اور دیگر مغربی نظریات اور اسلامی عقائد کے تقابل کے لیے سیمینار کا انعقاد کرنا۔

(4)۔ کسی شخصی نظریے کی اجارہ داری سے گریز کیا جائے۔

(5)۔ اگر کسی مسئلے میں آراء مختلف ہیں انہیں خوش آمدید کہا جائے۔

(6)۔ حتی المقدور فیصلے متفقہ کیے جائیں۔

(7)۔ لیکن ہر مسئلے میں متفقہ فیصلہ لینے کی ناکام کوشش نہ کی جائے۔[۴۰]

مجلس کی کارکردگی کا جائزہ:

مجلس اپنی سرگرمیوں کا سالانہ کیلنڈر تیار کرے۔ اسی کی روشنی میں ششماہی اور سہ ماہی کیلنڈر تیار کیا جائے اور مسلسل سرگرمیوں اور اہداف کا جائزہ لیا جائے اگر ان اہداف و سرگرمیوں کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے تو انہیں فوراً دور کرنے کی حکمت عملی اپنائی جائے تاکہ کسی قیمت پر بھی تحقیقی کام تعطل کا شکار نہ ہو مختلف لوگوں کی آراء کی روشنی میں مثبت تبدیلی کو خوش آمدید کہا جائے۔

حوالہ جات:

(۱)۔ تلبیس ابلیس، ص ۱۳۹۔
(۲)۔ ایضاً۔
(۳)۔ الخوارج، ص ۱۶۷ تا ۱۷۶۔
(۴)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۳۷۔
(۵)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۲۷۔
(۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۷۔
(۷)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۱۔
(۸)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۲۸۔
(۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۷۰۹۔
(۱۰)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۲۱۰۔
(۱۱)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۷۱۵۔
(۱۲)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۳۱۔
(۱۳)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد۔
(۱۴)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص ۱۵۸۔
(۱۵)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۷۰۳۔
(۱۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۷۰۳۔
(۱۷)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۷۱۷۔
(۱۸)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۹۳۲۔
(۱۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۹۳۱۔
(۲۰)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۲۳۲۔
(۲۱)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۵۵۔۳۵۶۔
(۲۲)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۷۷۔
(۲۳)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۷۵۔۱۷۷۔
(۲۴)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۷۹۔۱۸۱۔
(۲۵)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۷۷۔۱۷۸۔
(۲۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۳۔۳۳۵۔
(۲۷)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۶۔
(۲۸)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۱۔۳۳۳۔
(۲۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۸۔
(۳۰)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۸۵۔
(۳۱)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۲۴۔
(۳۲)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۱۳۷۔
(۳۳)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۱۲۷۔
(۳۴)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۶۔
(۳۵)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۲۵۴۔
(۳۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۱۷۔
(۳۷)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۳۰۔
(۳۸)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۰۳۔
(۳۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۶۵۳۔
(۴۰)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۶۱۰۔

[نوٹ: روڈ ایکسیڈنٹ میں راقم زخمی ہو گیا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، کئی دن ہاسپٹل میں داخل رہا، ڈاکٹر نے چلنے پھرنے پر پابندی عائد کر دی اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا جس کے نتیجے میں یہ مقالہ قلم بند ہو گیا۔]

➤➤➤◀◀◀